

اسلامی تربیت اور معاشرے پر اس کے اثرات

از جناب آباد شاہ پوری صاحب

”گذشتہ سال ریاض (سعودی عرب) میں فقہ اسلامی کی جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں ’اُردو ڈائجسٹ‘ لاہور کے نمائندے کی حیثیت سے راقم الحروف کو بھی دعوت نامہ ملا تھا، لیکن حکومت کی طرف سے اجازت نہ مل سکنے کے باعث نہ جاسکا۔ یہ مقالہ کانفرنس میں پڑھنے کے لیے لکھا تھا اور اس کا عربی ترجمہ امام محمد بن مسعود نیو یورک کے پبلسٹر کو بھیجا دیا تھا۔“

۱۔ معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ فرد کی مثال اُس مرکزہ (NUCLEUS) کی ہے جس کے ارد گرد غلٹیتے جمع ہوتے ہیں اور پھر ایک وجود تشکیل پاتا ہے۔ یہ مرکزہ جس نوعیت کا ہوتا ہے، اُس کو وجود میں لانے کے پیچھے جو نظریہ اور ارادہ کار فرما ہوتا ہے، معاشرہ بھی اسی نوعیت کا وجود میں آتا ہے۔ ایک پودے کے مرکزہ سے پودا ہی پیدا ہوتا اور برگ و بار لاتا ہے۔ کسی جانور کے مرکزہ سے جانور ہی جنم لیتا ہے اور انسان کے مرکزہ سے انسان ہی صورت پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی معاشرے کے مرکزوں (افراد) سے اسی نوعیت کا معاشرہ وجود میں آئے گا جس نوعیت کے وہ مرکزے ہوں گے۔ پھر جس طرح پودے اور درخت کی پیدائش اور نشوونما کا انحصار مخصوص بیج، مخصوص طریق کاشت، زمین کی ماہیت اور آب و ہوا کی کیفیت پر ہوتا ہے اور کسی جانور اور انسان کو وجود میں آنے کے لیے مخصوص مرکزوں اور غلیوں، مخصوص تخلیقی عمل، خصوصی ماحول، خاص قسم کی غذا اور خصوصی عوامل درکار ہوتے ہیں، اسی طرح فرد جس ماحول میں پرورش پاتا ہے، اُس کی فکری صلاحیتیں، کائنات، خالق کائنات اور کائنات میں انسان کا مقام متعین کرنے والے جس فلسفے اور نظریے کے تحت نشوونما پاتی ہیں، اُس کی سیرت جس اخلاقی سانچے میں ڈھلتی ہے،

اور وہ زندگی کے جس مقصد کو اپنا کر اپنا منہاچ عمل متعین کرتا ہے، اس سے تشکیل پانے والا معاشرہ اسی ماحول، اسی فلسفے اور نظریے، اسی سیرت و کردار، انہی اخلاقی اصولوں اور اسی منہاچ عمل کا حامل ہوگا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ افراد کے افکار و نظریات، مقصد و زندگی اور اخلاقی اصول تو کچھ اور ہوں مگر ان کے مجبوری سے جو معاشرہ صورت پذیر ہو اس کی خصوصیات بالکل برعکس ہوں۔

۲۔ افراد کے افکار و نظریات اور سیرت و کردار کے سانچے میں معاشرہ کس طرح ڈھل جاتا ہے اس کا عہد بعہد سرسری جائزہ بھی اس مختصر مقالے میں ممکن نہیں، اس لیے ہم جدید دور کے حوالے سے بات کریں گے۔

۱۔ جدید عمرانیات میں انسان کو معاشرتی جانور (SOCIAL ANIMAL) قرار دیا گیا ہے۔ اس تصور کی بنیاد پر دو قسم کے معاشرے وجود میں آتے ہیں۔ ایک وہ جس میں انسان جانور ہی کی طرح آزاد ہے کہ وہ جو رکوش چاہے اختیار کرے، جس کھیت اور چراگاہ میں چاہے منہ مارے، اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ اس لیے کہ وہ بنیادی طور پر جانور ہے اور یہ اس کی جبلت کا تقاضا ہے۔ مگر چونکہ وہ عام جانوروں سے زیادہ مہذب، شائستہ اور صاحب عقل و دانش ہے اور اس کے لیے معاشرتی زندگی بسر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس لیے کچھ حدود مقرر کر دی گئی ہیں کہ بس وہ کسی کھیت میں منہ مارتے وقت، اپنے نفس کی کوئی احتیاج پوری کرتے وقت، اپنی کسی خواہش کو عملی جامہ پہناتے وقت اس بات کا خیال رکھے کہ یہ سارے کام دوسرے معاشرتی جانوروں کی رضا مندی سے ہوں۔ یہ رضا مندی اسے حاصل ہو جائے تو میسر کوئی بدی، بدی نہیں، کوئی لاقانونیت، لاقانونیت نہیں، کسی کی حق تلفی، حق تلفی نہیں، کسی کی بے آبروئی، بے آبروئی نہیں اور کسی کی عصمت و ناموس، عصمت و ناموس نہیں۔ وہ فریق ثانی کی رضا کے ساتھ ہر غیر اخلاقی، ہر ظلم اور ہر جرم کر سکتا ہے۔ دوسرے معاشرتی جانوروں کو لوٹ کھسوٹ کر اپنا گھر بھر سکتا ہے اور دوسروں کو تباہ کر کے عیش و نشاط کے مٹھاٹھ جھا سکتا ہے، کسی کی ناموس کو اپنے گھر میں ڈال سکتا ہے یا گھر میں ڈالے بغیر اس سے کھیل سکتا اور نفس کی آگ بجھا سکتا ہے۔ البتہ اگر وہ جبراً کرتا ہے تو یہ جرم ہے اور بڑی بات۔ اب مہذب جانوروں کا معاشرہ مجبور ہے کہ وہ ایسے کسی غیر مہذب، شائستہ فعل کا احتساب کرے اور اپنے قانون کو حرکت میں لے آئے۔

یہ نقطہ نظر اس ریاست کی قانون سازی میں بھی پوری طرح کار فرما ہوتا ہے جو یہ "معاشرتی جانور"

قائم کرتے ہیں۔ اس طرح یہ حیوانی آزادی محض افراد تک محدود نہیں رہتی بلکہ اجتماعی صورت اختیار کر لیتی ہے اور ریاست کے ہر ادارے میں ان کی یہ حیوانیت رقصاں دکھی جاسکتی ہے اور جب اس جانور کا سابقہ اپنے معاشرے سے باہر دوسرے معاشروں سے پڑتا ہے تو اس کی مہذب حیوانیت، اس کے شانہ فلسفے، ترقی پسندانہ قوانین اور روشن خیالی پر مبنی ضابطے، سب طاق میں دھرے رہ جاتے ہیں۔ اب وہ درندہ بن کر نمودار ہوتا ہے جو اپنے سے کمزور جانوروں کو چیرتا بھاڑتا ہے، ان کے حقوق غصب کرتا ہے، ان کی زمینوں پر قبضہ جاتا اور انہیں اپنا غلام بناتا ہے اور اس باب میں وہ کسی بھی حد اور رکاوٹ کا قائل نہیں رہتا۔

دوسرا معاشرہ وہ ہے جس میں معاشرتی جانوروں کا ایک چھوٹا سا چالاک و ہنرمند گروہ، اپنے عام ہم جنسوں یا ان کے ایک خاص طبقے کے نام پر معاشرے کی باگ ڈور سنبھال لیتا ہے اور پھر اس کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتا ہے۔ انہیں اسی طرح اپنی لاطھی سے ٹانکتا ہے جس طرح کوئی ظالم چرواہا بے زبان اور بے بس و مجبور مویشیوں کو ٹانکتا ہے۔ انہیں نپاٹکا چارہ اور راتب دیتا ہے۔ دن کے دس دس بارہ گھنٹے ان سے کام لیتا ہے اور پھر انہیں "باڑوں" میں واپس بھیج دیتا ہے کہ چند گھنٹے آرام کر کے اگلے روز کا مقررہ کام (NORMS) کرنے کے لیے تازہ دم ہو جائیں۔ اس ظالمانہ سلوک میں وہ مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ اس معاشرے میں "معاشرتی جانور" کی حیوانیت کے کامل مظاہرے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہاں چرواہے پوری کوشش کرتے ہیں کہ معاشرتی جانوروں میں آزادانہ سوچنے سمجھنے اور بولنے کی جو صلاحیتیں پائی جاتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں انتخاب اور ارادے کی جو آزادی بخشی ہے ان سے وہ کام نہ لے پائیں بلکہ سوچ کا جو سانچا وہ (چرواہے) تیار کریں اس میں یہ صلاحیتیں ڈھل جائیں اور ان کی خودی موت کے گھاٹ اتر جائے اور وہ عام جانوروں کی طرح انتخاب اور ارادے کی قوت اور آزادی سے محروم ہو جائیں۔

ب۔ اس نظریے کی بنیاد پر جو معاشرہ وجود میں آتا ہے اس کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ دو ٹونگا جانور اپنے کسی پیدا کرنے والے کے آگے جو ابدہ نہیں۔ نہ کوئی خدا ہے نہ رسول نہ کتاب، نہ حشر و نشر۔ ان کی زندگی بس اسی دنیا تک محدود ہے اور ان کا کام بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ ذرا عام جانوروں کی نسبت مہذب طریقے سے رہیں سہیں، چربی چگیں، نسل بڑھائیں اور مر جائیں۔

۳۔ اسلام کا انسان کے بارے میں تصور اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس کے نزدیک وہ خدا کی افضل ترین مخلوق ہے، (MOST EXALTED) مخلوق ہے، وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ (الاعراف: ۱۳۹)، جس کو اس نے بہترین ساخت کے ساتھ پیدا کیا ہے، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین: ۴)، اُسے زبردست فکری و عملی قوتیں اور صلاحیتیں عطا کی ہیں، هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ (الملك: ۲۳)، اور زمین پر اپنا نائب (VICE GERENT) بنایا ہے، هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ خَلْقًا فِي الْأَرْضِ (فاطر: ۲۹)۔ پھر اس افضل ترین، بہترین ساخت اور اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والی مخلوق کو بے مقصد نہیں پیدا کیا کہ کھائے پیئے، چند روزہ زندگی کے مزے کھائے اور مر جائے۔ نہیں وہ آزمائش کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اس مقصد کے لیے اُسے حق و باطل، نیکی اور بدی کی راہ کو منتخب کرنے اور اس پر چلنے کی پوری آزادی بخشی گئی ہے۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا (الدھر: ۲، ۳)۔

بے شک اس افضل ترین مخلوق — انسان — میں ایک حیوان بھی ہے جس کے بغیر انسان کی انسانیت کی تکمیل ہی نہیں ہو سکتی۔ تاہم انسانی قالب کی پوری مشینری میں اُسے بالکل ناگزیر حیثیت دی گئی، اور اُسے قابو میں رکھنے کے لیے انسان کو بدی اور نیکی کا احساس اور ان میں امتیاز کرنے کے لیے ضمیر کی قوت اور علم (وحی الہی) کی روشنی بخشی گئی۔ اس حیوان کے حدود و عمل بھی متعین کر دیے کہ ان کے دائرے میں رہ کر اپنا تخلیقی فریضہ سرانجام دے۔ اس حیوان کا انسان پر بس اتنا حق ہے کہ وہ اسے زندہ رہنے کا اس قدر سامان فراہم کرتا رہے کہ اُس کی یہ زندگی انسان کو اپنے فرائض بندگی ادا کرنے کے قابل بنائے اور اتنا نہ پلے پوسے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کر دے۔ گو یا اسلام انسان کے اندر کے حیوان کو نہیں انسان کو اہمیت دیتا ہے اور اس انسان کی دنیا میں بقا و ترقی اور آخرت میں نیک انجام کو اس کا اصل مقصد زندگی قرار دیتا ہے۔

یہ سارا اہتمام انفرادی طور پر کیا گیا ہے۔ یعنی پورے معاشرے یا کسی خاص طبقے کو اجتماعی طور پر نہیں بلکہ ہر شخص کو فرداً فرداً ان تمام قوتوں اور صلاحیتوں سے لوازا گیا ہے۔ اس لیے ہر انسان کو اس کے طرز عمل کا ذمہ دار بھی فرداً فرداً دانا گیا ہے اور آخرت میں بھی ہر شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسی طرح فرداً فرداً

حاضر ہوگا جس طرح فرداً فرداً وہ دنیا میں آیا تھا، وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ (الانعام: ۹۴) اور پھر اس سے دنیوی زندگی کے شب و روز کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا اور اسے پوری پوری جزا اور سزا دی جائے گی۔ وَآتَتْ سَعْيَهَا سَوْفَ يَرَىٰ ثَمَّ يَجْزَاكَ الْجَنَّةَ أَمْ الْآذِقُ (النجم: ۴۱)۔ وہاں ہر فرد کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہوگا اور دنیا کی زندگی میں اس نے جیسی کچھ جدوجہد آخرت کی زندگی کے لیے کی تھی ویسا ہی پھل اُسے مل جائے گا۔ أَلَّا تَذَرُوا ذِرَّةً ذَرَّةً أَخْرَجَ عَلَىٰ وَآتَىٰ لَبِيسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (النجم: ۳۸-۳۹) اور اُس کا یہ عذر قائل سماعت نہ ہوگا کہ وہ معاشرے کے مقابلے میں بے بس تھا اور اُسے دنیوی رہنماؤں اور مذہبی پیشواؤں نے غلط اور سرکشی کے راستے پر چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وَقَالُوا سَرَبْنَا إِنَّا اطْعَمْنَا سَادَاتِنَا وَكَبَّرْنَا فَاصَلُّونَا السَّبِيلًا (الاحزاب: ۶۴) وہ درخواست کرے گا کہ ان لیڈروں اور پیشواؤں کو دوسرا عذاب دیا جائے وَمِنَّا أَنَّهُمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعُتْمَةُ لَعْنًا كَبِيرًا (الاحزاب: ۶۸) ان کی اس التماس پر کہا جائے گا کہ لیڈروں اور پیشواؤں اور ان کے اندر سے پیروؤں سب کو دوسرا عذاب ملے گا لِكُلِّ ضِعْفٍ (الاعراف: ۳۸)۔

اس طرح اسلام انسان کا مقام و مرتبہ متعین کرنے کے ساتھ ساتھ فرد اور معاشرے کا مقام اور حیثیت بھی متعین کر دیتا ہے۔ یعنی فرد معاشرے کی تخلیق نہیں بلکہ بہت سے افراد مل کر معاشرہ تخلیق کرتے ہیں۔ یہ افراد جن افکار و نظریات اور عقائد و اخلاق کے سانچے میں ڈھلے ہوں گے، معاشرہ بھی انہی افکار و نظریات اور عقائد و اخلاق پر مبنی ہوگا۔ اور چونکہ قیامت کے روز ہر فرد انفرادی طور پر اپنے اپنے اعمال و افعال کا جواب دہ ہے، اس لیے معاشرے کو یہ حق نہیں ہے کہ افراد کو ان کے افکار و نظریات اور عقائد و اخلاق کے مطابق زندگی بسر نہ کرنے دے اور انہیں اپنی مرضی کی لامٹھی سے جانوروں کی طرح ہانکتا پھرے، اس لیے کہ انسان جانور نہیں اشرف المخلوقات ہے۔

۵۔ اسلام کے نقطہ نظر سے انسان کے اس مقام اور اس کی انفرادی حیثیت کو مدنظر رکھیے اور اب دیکھیے کہ اسلام کس قسم کا معاشرہ وجود میں لانا چاہتا ہے۔

اسلامی معاشرہ دنیا کے تمام معاشروں سے بالکل جدا رنگ رکھتا ہے۔ یہ نہ نسل و نسب پر مبنی ہے اور نہ زبان اور وطن پر۔ بلکہ یہ تہذیبی اور نظریاتی بنیادوں پر تشکیل پاتا ہے۔ اس کی تشکیل بھی وہی

لوگ کر سکتے ہیں اور اسے راست بنیادوں پر قائم بھی وہی رکھ سکتے ہیں جو ان بنیادوں کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ اپنی انفرادی زندگی کو ان پر ٹھیک ٹھیک استوار بھی کرتے ہیں۔ خواہ وہ کسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہوں اور نسل و نسب، رنگ اور زبان اور وطنی قومیت وغیرہ کی کوئی قدر مشترک ان کے درمیان نہ ہو۔

اسلامی معاشرے کا کلمہ جامعہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ تَرَسُولُ اللَّهِ ہے۔ یہ وہ پاک کلمہ ہے جس پر ایمان لانے کے بعد ایک شخص اسلامی معاشرے کو تشکیل دینے والی ایک اکائی بن جاتا ہے۔ یہی مختصر سا بول اسلامی معاشرے کو وہ تہذیبی اور نظریاتی بنیادیں فراہم کرتا ہے جس پر اس کی عظیم اور دلکش عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ اس کلمہ کو ادا کرنے کے بعد ایک شخص یہ تسلیم کر لیتا ہے کہ اس کا اور اس کے گرد و پیش پھیلی ہوئی ساری کائنات کا خالق، مالک، آقا اور حکمران اللہ تعالیٰ ہے، جس نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نوح انسان کو وہ نظام فکر و عمل بخشا ہے جو زندگی کے ایک ایک شعبے پر حاوی ہے اور جسے اپنائے بغیر انسان نہ دنیا کی زندگی چیں اور اطمینان سے بسر کر سکتا ہے اور نہ آخرت میں نجات پاسکتا ہے۔

یہ نظام فکر و عمل افراط و تفریط سے پاک ہے۔ انسان کے لیے دو انتہاؤں سے ہٹ کر متوسط راستہ متعین کرتا ہے۔ اس لیے اسلامی معاشرہ ایک متوازن معاشرہ ہے۔ عبادت ہو یا سیاست و معاشرت، معیشت ہو یا کوئی اور شعبہ زندگی، اس کے احکام اور تعلیمات ہر معاملے میں اعتدال پسندانہ ہیں، پھر یہ ایک غیر طبقاتی اور غیر نسلی معاشرہ ہے جس میں کالے گورے، عربی عجمی، امیر و غریب، آقا و غلام کے درمیان کوئی امتیاز نہیں، نہ بہاں پیدائش یا پیشے کے اعتبار سے کوئی شخص شریف اور رذیل ہے سب مسلمان برابر اور بھائی بھائی ہیں۔

اسلامی معاشرہ بے مقصد معاشرہ نہیں۔ یہ انسان کو دنیا میں نیکی، راست روی اور حق پرستی کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا مقصد وجود یہ ہے کہ عالم انسانیت کے سامنے اپنے عمل سے گواہی دے کہ اسلام زندگی کا جو نظام دیتا ہے وہی دنیا اور آخرت میں فلاح و کامرانی کا بہترین نظام ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ: ۱۴۳)۔ اس لحاظ سے یہ ایک مثالی معاشرہ ہے، اور ساری دنیا کے لیے بہترین نمونہ اتباع۔

۶۔ ایسا مثالی معاشرہ، مثالی اور کامل السیادہ افراد ہی وجود میں لا سکتے ہیں۔ اسی لیے اسلام افراد کی فکری و عملی تربیت کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ وہ انہیں قانون کی لامٹھی سے ٹانگنے یا اجتماعی قوت کے ذریعے ایک منابطہ میں کس دینے کے بجائے ان کے فکر و نظر میں انقلاب برپا کرتا ہے، ان کے سوچنے سمجھنے کے زاویے بدلتا ہے، زندگی اور کائنات اور خدا کے بارے میں ان کے غلط تصور کو بدل ڈالتا ہے، ان کی پسند اور ناپسند کا معیار بدلتا ہے، ان کی دلچسپیوں کے مرکز اور دائرے تبدیل کرتا ہے۔ بغرض وہ تمام تبدیلیاں جو دوسری نظریاتی و تہذیبی قوتیں جبر و تشدد کے ہتھیاروں سے لاتی ہیں وہ اسلام، افراد کے دل و نگاہ کی تبدیلی سے لے آتا ہے۔ اس تبدیلی کے بعد وہ ان کی سیرت و کردار کو تربیت کے مخصوص سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔ وہ قانون نافذ کرتا بھی ہے تو ایسی فضا اور ماحول پیدا کرنے کے لیے جس میں افراد کو اس تربیت میں مزید مدد مل سکے اور اس کے منافی اور ناسازگار ماحول جنم نہ لے سکے۔

اسلام کی اس تربیت کے چند بنیادی اور اہم رخ حسب ذیل ہیں:-

۱۔ یہ تربیت ایک مسلمان میں اسلامی نظریہ حیات کی برتری اور اس کے برحق ہونے کا پختہ و کامل یقین پیدا کرتی ہے تاکہ وہ دنیا کے دوسرے نظریات سے مرعوب نہ ہونے پائے خواہ وہ نظریات زمانے میں کتنے ہی مروج اور غالب و طاقتور کیوں نہ ہوں۔ اُن کے باطل ہونے پر اس کا پختہ ایمان ہو، ان کے پھیلائے ہوئے فکری و نظریاتی اور مادی جال کو وہ تاریک کھیت سمجھے جو حقیقت و صداقت اور ایمان کی قوت کے آگے نہیں ٹھہر سکتا۔ حالات چاہے کیسے ہی رُوح فرسا اور مایوس کن ہوں اور دنیا کا دھارا چاہے کتنے ہی مخالف رُخ پر جارہا ہو اور بادِ مخالف کتنی ہی تند و تیز ہو، اُس کا دل یقین کے اس نور سے متدرج رہے کہ حق وہی ہے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔

ب۔ یہ تربیت اسلامی نظریے پر ایمان کامل اور پختہ یقین پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمان کی زندگی کو عملی رنگ میں اس طرح رنگتی ہے کہ یہ زندگی پکار پکار کر شہادت دیتی ہے کہ اُس کا واقعی اس نظریہ حیات کے برحق ہونے پر ایمان ہے۔ قول و عمل کی ہم آہنگی ہی وہ قوت ہے جو حق کی تلاش میں سرگرداں اور حق کی خواہاں دنیا کو متاثر کرتی ہے۔ قول و عمل کا تضاد منافقت کی علامت ہوتا ہے اور نفاق وہ روگ ہے جو کسی معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ اسی لیے اسلام کا تربیتی پروگرام قول و عمل میں مطابقت پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔

ج۔ مقصد سے محبت، عزم، راسخ اور مضبوط کردار پیدا کرتی ہے تاکہ وہ حق کے سوا ہر چیز کو ٹھکرا دے، اپنے موقف پر پہاڑ کی طرح جمار ہے، اصولوں پر نہ مصالحت کرے اور نہ مدامہنت پر آمادہ ہو، نہ لوگوں کی خواہشات کا اتباع کرے، حق میں کسی کو سا جھی نہ بناٹے، مزاحم قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے اور باطل کے دباؤ میں نہ آئے۔

د۔ یہ تربیت خدا پرستی اور اللہ کے سامنے گہرا لگاؤ پیدا کرتی ہے۔ دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت سب طاقتوں سے بالا اور زبردست ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ اُس کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے اور ہر غیر اللہ سے کٹ کر اُس کا ہو جائے۔ اُسی پر توکل اور بھروسہ کرے۔ اُس کی راہ میں آنے والی مشکلات و مصائب کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرے۔ اُس کے شب و روز خدا نوقی، تقویٰ، امانت و دیانت، عدل و احسان، صدقِ مقال، وفائے عہد، راستبازی، پاکیزگی، سیرت، طہارت، کردار اور اخلاقِ فاضلہ کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔ معاشرے کو بگاڑنے والے اسباب و عوامل کے خلاف اس کے دل میں نفرت کے زمرنے والے بیج بو دینتی ہے۔ توحید، رسالت اور آخرت کے بنیادی عقائد سے دنیا اور آخرت میں جو اخلاقی نتائج رونما ہوتے ہیں اُن کا احساس قلب و ذہن میں اتنا گہرا بٹھاتی ہے کہ جب بھی انسان کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کے نتائج و عواقب اس کی لوحِ ذہن پر اُبھر آتے ہیں اور اگر وہ نتائج بُرے ہوں تو اُس کا یہ احساس فوراً اُس کے قدم روک دیتا ہے۔

س۔ جماعتی شعور اور نظم و ضبط پیدا کرتی ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور بے چون و چرا اطاعت کا سبق سکھاتی ہے۔

سوس۔ حق گو، بے باک اور بے خوف بناتی ہے تاکہ مسلمان، معاشرے کو سیدھے راستے پر گامزن رکھنے میں ساعی ہوں اور قسط راہوں پر جانے سے روکیں۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علمبردار بن کے رہیں۔ انہیں اُٹھایا ہی اس لیے کیا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
 (آل عمران: ۱۱۰)۔ اس قرآن کو انجام نہ دینے سے ایمان تک مشتبہ ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی منکر کو دیکھے اُسے چاہیے کہ وہ اُس کو ہاتھ (یعنی طاقت) سے روک دے، لیکن اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اس کے خلاف آواز بلند کرے، اور اگر اس کی ہمت بھی نہ ہو تو پھر کم از کم

اپنے دل میں اُسے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ من رأی منکم منکساً فلیغیبہ
 میدہ فان لم یستطع فیلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان
 (مسلم) ایک اور حدیث میں ہے کہ اُس سے ورے رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے ولینسی و ساء
 ذلک من الایمان حیة خردل یعنی منکر کو اگر کوئی مسلمان دل میں بھی بُرا نہیں سمجھتا، اس سے سازگار
 پیدا کر لیتا ہے یا غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کرتا ہے، تو اسے اپنے ایمان کی خیر منافی چاہیے۔

فتی - تربیت اسلامی اس قدر اخلاص پیدا کرتی ہے کہ وہ نیکی کا جو کام بھی کرتا ہے محض اللہ کی خاطر
 اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے۔

۷۔ یہ ہے وہ تربیت جو اسلام اپنے حلقہ بگوش افراد کی کرتا ہے، جن کے جماعتی زندگی بسر کرنے
 سے اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی کے بارہ برسوں میں جو افراد
 تیار کیے انہیں انہی خطوط پر تربیت دی اور ان کا تزکیہ کروا رکھا۔ پھر جب ان افراد نے مدینہ کی زندگی میں باقاعدہ
 ایک معاشرے کی صورت اختیار کر لی اور ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئی اور یدخلون فی دین اللہ
 افواجاً کاساں بندھ گیا تو اُس زمانے میں بھی خواہ دور امن ہوتا یا حالت جنگ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 اپنے ساتھیوں کی تربیت باقاعدہ کرتے رہتے تھے۔ مدینہ کی زندگی میں اسلامی تہذیب و تمدن، عبادات، معاشی
 زندگی اور سیاسی نظام کے احکام دیے اور قوانین نافذ کیے گئے۔ لیکن ان احکام و قوانین کو نافذ کرنے
 سے پہلے افراد کو ذہنی طور پر تیار کیا گیا تاکہ وہ انہیں اپنی دنیا اور آخرت کی زندگی سنوارنے کا موجب سمجھتے
 ہوئے پوری خوشنودی کے ساتھ قبول کریں۔ حضور کی حیات مبارکہ میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ
 کوئی قانون بجز نافذ کیا گیا ہو بلکہ کیفیت یہ تھی کہ اہل ایمان اشارہ ابرو کے منتظر رہتے تھے کہ حضور کوئی حکم
 فرمائیں اور ہم اس کی پیروی کر کے دنیا اور آخرت کی سعادتیں سمیٹیں۔

اس تربیت سے جس قسم کے افراد تیار ہوئے ان کی نظیر دنیا کا کوئی معاشرہ اور غیر مسلم تاریخ کا کوئی دور
 پیش نہیں کر سکتا۔ تصور کیجیے جس معاشرے کے افراد صرف ایک اللہ کی غلامی اور ایک رسول کی قیادت
 تسلیم کرتے ہوں، پاک دل و پاکباز ہوں، اخلاقی فاضلہ سے جن کی زندگیاں مزیں ہوں، جو ایک دوسرے
 کی جان و مال اور آبرو کا احترام ہی نہ کرتے ہوں بلکہ محافظ بھی ہوں، جھوٹی تہمتیں نہ باندھیں، ٹونے ٹوکوں،
 جادو اور توہمات کے امیر نہ ہوں، علم کی روشنی سے جن کے قلب و ذہن تابندہ ہوں، جو امانت دار ہوں،

عہد و پیمان کے پابند ہوں، انصاف پسند ہوں، جن کا دامن شرابِ خمومی، زنا، ڈاکہ زنی، چوری، جھوٹ، منافقت، حرص و طمع اور دوسرے اخلاقی ڈھانچے سے پاک ہو، جو فحش گوئی اور فحاشی سے دور بھاگتے ہوں، یتیموں اور کمزوروں کے حقوقِ غضب نہ کرتے ہوں، ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں، صدقہ و خیرات اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے مسابقت کرتے ہوں، عام نوح انسان کے غمخوار اور ہمدرد ہوں، آپس میں بھائی بھائی ہوں، اہل حق کے لیے نرم خو ہوں اور کافروں اور باطل پرستوں کے لیے سخت، فریضہ شناس اور ذمہ دار ہوں، صداقت شعار، وفا کیش، حق پرست، حق گو اور نڈر ہوں، ایک اللہ کے سوا کسی کے آگے نہ جھکتے ہوں نہ خوف کھاتے ہوں، ایسے افراد سے جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس کا کیا کیفیت ہوگی؟

ایسا ہی معاشرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب جاہل، ان گھڑ، غیر مہذب اور ان پڑھ تھے۔ لیکن جب اس جاہلی معاشرے کی جگہ اسلامی تربیت یافتہ افراد پر مشتمل اسلامی معاشرے نے لی تو یہی لوگ ایسے عظیم عالم، حج، جرنیل، سیاستدار اور قانون دان بن کر اٹھے کہ جس طرف نکل گئے انہوں نے زمانے کا نسخ موڑ دیا۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا دھارا نئی شان و شوکت سے نئی راہ پر بہنے لگا۔ پہلے ہر طرف جہالت و وحشت کی تاریک رات طاری تھی۔ یہ حتیٰ کا پیغام لیے جہاں پہنچے صبح روشن نمودار ہو گئی۔

یہ اسی تربیتِ اسلامی کا اثر تھا کہ اسلامی معاشرہ صدیوں تک دنیا کے تمام معاشروں پر چھا یا رہا۔ یورپ نے علم و تہذیب کی روشنی اسی سے لی اور اپنی تاریک راہوں کو منور کیا۔ جب تک افراد کی تربیتِ اسلامی کا اہتمام اسلامی معاشرے میں ہوتا رہا دنیا کی علمی و تہذیبی اور سیاسی قیادت اس کے ہاتھ میں رہی، لیکن جب یہ اہتمام پہلے کمزور پڑا اور پھر آہستہ آہستہ ختم ہو گیا تو دوسری نظریاتی اور تہذیبی قوتیں اس پر حملہ آور ہو گئیں۔ یہاں تک کہ اسلامی قلعے کی جو فصیلیں تربیتِ اسلامی نے تعمیر کی تھیں وہ ایک ایک کر کے منہدم ہوتی چلی گئیں اور مسلمانوں کے گروہوں میں تربیتِ اسلامی سے عاری ایسے نوجوان مرد و زن بکثرت پیدا ہونے لگے جو ان بیرونی تہذیبی طاقتوں سے متاثر تھے۔ دشمن باہر سے حملہ آور تھا اور یہ اندر سے لقب لگا رہے تھے اور باقی معاشرے پر سحر زدگی کا عالم تھا کہ وہ خود اس اسلامی تربیت سے تہی دامن ہو چکا تھا جس نے اسے شعور و وجود بخشا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان ملک نہ صرف سیاسی طور

پران حملہ آوروں کے غلام بن گئے بلکہ وہ ان کی تہذیبی بلخار کے آگے بہہ نکلے۔

آج عالم اسلام میں حالات سے دوچار ہے وہ صحیح اسلامی تربیت کے فقدان ہی کا نتیجہ ہے۔ اسلامی معاشروں میں ساری کمزوریاں اسی راہ سے آئی ہیں۔ امام دارالہجرتہ امیر المؤمنین فی الحدیث مالک بن انسؒ کا قول ہے کہ اس اہمیت کے پہلے حقیقت کی اصلاح جس چیز کی بدولت ہوئی تھی اسی کے ذریعے آخری حقیقت کی اصلاح بھی ہوگی۔ ہم اپنے اسلامی ذاتی تشخص کی بازیافت کی جو جدوجہد کر رہے ہیں اس میں ہم اسی وقت کامیاب ہوں گے جب ہمارے معاشرے اپنے افراد کی تربیت انہی اسلامی خطوط پر کریں گے جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین اسلامی معاشرے کے افراد کی تربیت کی تھی۔ واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔